کتاب اور صاحبِ کتاب

انیسویں صدی میں نو آبادیاتی عہد کے آغاز نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو جہاں سیاسی طور پر محکوم و مظلوم بنادیا اور معاشی و معاشرتی لحاظ سے مجبور و زبوں حال کر دیا وہیں، اس صورتِ حال کے زیر اثر، فکری اعتبار سے بھی انھیں مضطرب و متحرک کر دیا۔ اگرچہ مغلیہ عہد کے دورِ زوال نے بھی انھیں اسی طور پر متاثر کیا تھا لیکن نو آبادیاتی احساس نے ان کے عزم و استقلال اور اعتماد کو بھی مجروح کر کے رکھ دیا۔ ایسی صورت میں شاہ ولی اللہ کی علمی و فکری تحریک نے ایک سیاسی نصب العین ضرور مسلمانوں کے لیے متعین کر دیا تھا، جسے ان کے فرزندوں اور شاگردوں نے اپنے اپنے وقتوں اور حلقوں میں فروغ و وسعت بھی دی لیکن نو آبادیاتی تسلط نے ان کے انتشار اور اضطراب کو کم نہ کیا اور انھیں اپنے مقاصد اور نصب العین کے تعین میں تقسیم در تقسیم کیے رکھا۔ علمائے فرنگی محل اور خیر آبادی مکتبِ فکر نے عصری تقاضوں کے تحت، شاہ ولی اللہی دبستانِ فکر کو اپنے اپنے معانی دیے لیکن اثرات کے لحاظ سے وہ اپنے اپنے دائرے ہی تک محدود رہے۔ سید احمد خان نے، جنھوں نے اپنے تمام مسلمان معاصر مفکرین و علمأ کے مقابلے میں گرم و سرد زمانہ کو زیادہ قریب سے دیکھا اور محسوس کیا تھا، مشرق و مغرب کے افکار اور علمی ترقیوں اور انقلابات سے بھی آشنا ہو گئے تھے، اپنی قوم کے لیے ایک ایسی راہ کا انتخاب کیا جس پر چل کر مسلم قوم، ان کے خیال میں، اپنے وجود کو برقرار رکھتے ہوئے زمانے کی آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے گی۔ انھوں نے سماجی و مذہبی اصلاح اور تعلیم کے فروغ کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ اس لیے انھوں نے اپنی تعلیمی فروغ کی تحریک

میں ایک ہاتھ میں مشرقی و روایتی علوم کو اور دوسرے ہاتھ میں جدید و عصری علوم کو رکھا اور سر پر لا الہ الااللہ کے تاج کو اٹھائے رکھنا پسند کیا۔ ان کے قائم کردہ تعلیمی ادارے کے نصاب نے اس وقت بھی اور بعد میں بھی مختلف وقتوں میں ، وقتی اور ضروری اصلاحات کے ذیل میں، اسی تقسیم کو قائم رکھا۔ سید احمد خان کے معاصرین میں، دیوبند اور ندوہ سے وابستہ علمأنے، اپنے اپنے قائم کردہ تعلیمی اداروں کے نصاب میں ان ہی عصری تقاضوں کے تحت، جس کا احساس سید احمد خان کو رہا، اپنے اپنے اداروں کے لیے نصابات تجویز کیے جن میں اگرچہ قدیم و روایتی علوم کو ترجیح حاصل رہی لیکن انھوں نے بھی جدید علوم اور انگریزی زبان کو اپنے اپنے نصابات سے یکسر الگ نہ رکھا بلکہ رفتہ رفتہ یہ نصابات کا ضروری جزو بنتے رہے۔

مملکتِ حیدرآباد، جو اسلامی تہذیب و تمدن کے تحفظ و ترقی کے لیے ایک نمائندہ اور امتیازی حیثیت کی حامل تھی، وہاں اس زمانے میں 'مدرسۂ دارالعلوم' ایک ممتاز تعلیمی ادارہ تھا جس کی خدمات قدیم و روایتی علوم کی تدریس میں نمایاں تھیں۔ اس نے ایک معیاری تعلیمی ادارے کا کردار ادا کیا اور ایسے علمأ پیدا کیے جنھوں نے علمی و تعلیمی میدان میں اپنی بلند پایہ خدمات سے مملکت کی تعلیمی زندگی کو مثالی بنادیا۔ میر عثمان علی خان کے زمانۂ حکمرانی میں جب ہر شعبے میں اصلاحات کا آغاز ہوا تو تعلیم کے شعبے میں بھی خاصی توجہ دی گئی اور متعدد اصلاحات نافذ ہوئیں۔ نصابات کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی بابت سوچا گیا اور اس مقصد کے لیے اطرافِ ملک کے ماہرین کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ قدیم و جدید علوم کے درمیان مناسب توازن پیدا کرنے کے لیے بھی حکمت اختیار کی گئی اور معیاری نصابات بھی مرتب ہوئے۔ اسی مقصد کے ذیل میں جب مزید تعلیمی ترقی اور بہتری کے لیے جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تو دارالعلوم اور قدیم و جدید علوم کے دیگر اداروں کا اس جامعہ سے الحاق کر دیا گیا تو ان اداروں سے منسلک اساتذہ و علمأ بھی جامعہ عثمانیہ کے باقاعدہ عملے میں شامل ہوگئے۔ ان میں مولانا عبدالقدیر صدیقی صاحب بھی شامل تھے جو اس وقت دارالعلوم میں تدریسی فرائض

انجام دے رہے تھے۔ جامعہ میں ان کی وابستگی پروفیسر کے منصب پر ہوئی تھی لیکن وہ صدر شعبہ اور رئیس کلیہ دینیات کے مناصب تک پہنچے۔

ان کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری لیکن تصنیف و تالیف اور ترجمہ ان کے متوازی و مستقل مشاغل رہے جن میں ان کی خدمات مثالی اور منفرد رہیں۔ تقریباً چالیس کتابیں ان سے یادگار ہیں، جن کے موضوعات میں تنوع بھی ہے اور ایک تخصیص بھی موجود ہے۔ یہ اندازہ اس فہرست سے بھی لگایا جاسکتا ہے جو اس زیرِ نظر کتاب میں شامل ہے۔ ان میں قران و تفسیر، اسلامی فلسفہ و حکمت، تاریخ وادب، تہذیب و معاشرت، رجال اور سب سے نمایاں تصوف اور اس کے اشغال و اعمال سب ہی کچھ بطورِ موضوعات و مباحث دیکھے جاسکتے ہیں۔ وہ ایک عالم و دانش وراور کثیر التصانیف مصنف کے ساتھ ساتھ ایک صوفیٔ باعمل بھی تھے اور ماضی کے ان صوفیہ کے مثل نہ تھے جو ترکِ دنیا اور گوشہ نشینی و تنہائی سے ملتزم ہوتے ہیں۔ ان کا رشتہ اپنے ماحول و معاشرے سے زندگی بھر استوار رہا اور وہ بیعت اور رشد و ہدایت کے وسیلے سے اپنے مریدوں وعقیدت مندوں کی تعمیر سیرت و اخلاق کا بامقصد فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔

ان کی علمی شخصیت کا ارتقا اور عروج اس زمانے کی بات ہے جب مسلمانوں کی علمی و تعلیمی زندگی میں، عصری تقاضوں کے تحت، قدیم و جدید نصاب کی تدوین و ترویج کے مسائل و مباحث تعلیمی منظر پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کی علمیت و تعلیم قدیم علوم کے تناظر میں ہوئی تھی لیکن وہ عصری تقاضوں کا درک رکھتے تھے اور جدید عصری علوم کے مخالف کبھی نہ رہے۔ اسلامی علوم اور فلسفہ و حکمت سے ان کی دل چسپیوں نے ان سے اعلیٰ معیار کی فکر انگیز اور پُر مغز کتابیں تصنیف کرائیں۔ ان میں 'فصوص الحکم' جیسی معروف کتاب کا ترجمہ و تشریح بھی شامل ہے جو اسی فاضل مرتبِ نو: محمد عبد الاحد صدیقی، نبیرۂ مصنفِ ہذا کی کاوش سے حال ہی میں نئے اہتمام اور سہل و سلیس زبان میں منظرِ عام پر آئی ہے۔ اس پر مستزاد اب فاضل مرتب حضرتِ مصنف کی ایک اور معرکتہ الآرا تصنیف: "حکمت اسلامیہ" کو اسی جذبے و لگن

کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ یہ بھی اب عوام الناس اور طلبہ کے لیے پوری طرح قابلِ فہم ہو سکے۔ اس تصنیف کی اہمیت و افادیت اور ساتھ ہی ضرورت اس کی فہرستِ مندرجات ہی کو ایک نظر دیکھ لینے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی تصنیف کے پس منظر کے طور پر یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ اس زمانے کی کاوش ہے جب ہندوستان میں علوم اور خاص طور پر تعلیمی نصابات کی تشکیل و ترتیب کے لیے قدیم و جدید علوم کے اختیار کرنے یا نہ کرنے یا ان کے تناسب کی بحث و کشمکش عروج پر تھی اور جدید علوم کی اہمیت اور عصری تقاضوں کے پیش نظر مادی اور طبیعی علوم کے حق میں فضا ہموار ہو رہی تھی اور روایتی و قدیم اور روحانی علوم پس پشت یا نظر انداز ہو رہے تھے۔ چناں چہ اس تناظر میں مولانا عبدالقدیر صدیقی نے "حکمتِ اسلامیہ" جیسی کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی اور ایک ایسی کتاب لکھ ڈالی جو اپنی نوعیت کی واحد تصنیف کہی جا سکتی ہے جو مختصر بھی ہے اور اپنے موضوع پر جامع بھی ہے۔ اس کی تصنیف کا حقیقی مقصد بآسانی یوں متعین کیا جا سکتا ہے کہ جدید اور عقلی علوم کی اپنی اہمیت ثابت ہونے کے باوجود روحانی یا کشفی علوم کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور ایک مسلمان عالم و طالبِ علم کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ اس کتاب کی 'تمہید' میں فاضل مصنف کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:

"واضح ہو کہ روزِ روشن میں آنکھ نہ آفتاب کو متحرک دیکھتی ہے نہ سایۂ دیوار کو۔ مگر عقل سمجھتی ہے کہ آفتاب بھی متحرک ہے اور سایۂ دیوار بھی۔ جس طرح سے حِس سے عقل کا مرتبہ اعلیٰ ہے اسی طرح عقل سے کشف و الہامِ ربانی کا درجہ اعلیٰ و ارفع ہے۔ صوفی ان تمام مدارج کو طے کر لیتا ہے جن پر متکلم کی نظر ہے۔ لہٰذا صوفی کا متکلم ہونا ضروری ہے، گو وہ چند اصطلاحات سے واقف نہ ہو، اور متکلم کا صوفی ہونا ضروری نہیں۔ قران و حدیث کی تصدیق دونوں کرتے ہیں مگر متکلم صرف عقل سے اور صوفی عقل و کشف سے"۔

ان الفاظ سے اس کتاب کی تصنیف کی غرض و غایت کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے جو ایک ایسے صوفی و عالم کے الفاظ ہیں اور جو عصری و عقلی علوم کے مقابلے میں کشفی و روحانی علوم

کے بھی حق میں ہے ،بلکہ دونوں کے درمیان میں ایک تناسب اور توازن کے حق میں بھی دکھائی دیتا ہے۔یہی اس تصنیف کی غرض وغایت ہے۔

عبدالاحد صدیقی صاحب نے اس تصنیف کو، جو صرف عالمانہ موضوع ہی پر مبنی نہیں، عالمانہ طرزِ بیان کی حامل بھی ہے، افادۂ عام اور تفہیمِ عام وخاص کے لیے آج کی سہل اور رواں زبان میں منتقل کیا ہے جو اپنے مطالب و بیان کے لحاظ سے اب بہت آسان اور قابلِ فہم ہو گئی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اسے مزید مفید و کارآمد بنانے کے لیے اس میں موجود ان تمام اصطلاحات کے معانی و تصریحات کو بیک نظر استفادے کے لیے ایک فرہنگ کی صورت میں مرتب کر دیا ہے اور ساتھ ہی متن میں جو قرانی آیات اور مشکل الفاظ و تراکیب یا کلمات و جملے موجود ہیں ان کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ مصنف شاعر بھی تھے اور فارسی و اردو میں شاعری کرتے تھے گویا شاعری کا پختہ ذوق رکھتے تھے۔اس ذوق کے تحت انھوں نے جگہ جگہ اپنے مطالب کی تائید میں یا ان میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے اشعار سے بھی مدد لی ہے۔ ایسے اشعار کا مطلب سمجھانے کے لیے مرتب نے کمالِ محنت و عرق ریزی سے ان اشعار کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے تاکہ کتاب اور اس کا نفسِ مضمون پوری طرح ہر سطح کے قاری کے لیے قابلِ فہم بن جائے۔

اپنے مطالب اور موضوع کے لحاظ سے، اور ساتھ ہی ساتھ فاضل مرتب عبدالاحد صدیقی صاحب کی جانب سے اسے موجودہ عہد کے پیرایۂ زبان میں منتقل کرنے اور اسے مزید افادیت کا حامل بنا دینے کے سبب، یہ کتاب اب زیادہ مفید اور لائقِ مطالعہ بن گئی ہے۔یقین ہے کہ اس میں شامل موضوعات سے دل چسپی رکھنے والے عام قارئین کے علاوہ یہ کتاب اب علومِ اسلامیہ کے اساتذہ و طلبہ کے لیے بھی گوناگوں افادیت کی حامل بن گئی ہے اور اب اس سے خاطر خواہ استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل

هُوَ الْأَوَّلُ

وَالْآخِرُ

وَالظَّاهِرُ

وَالْبَاطِنُ

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

Siddiqui Publications